

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

اس وقت روس کے حلقہ ہائے اثر اندازی (LABBIES) ہمارے اندر مختلف طریقوں سے کام کر رہے ہیں، ہر ایک کی اپنی مقررہ لائن ہے۔ یہ سارے حلقے ہمیں خوشی خوشی روس کا شکار بننے کے لیے تیار کرنے کے ساتھ پاکستان کے نظریہ اساسی اور ریاست کے اسلامی مقاصد سے دور کرنے کے درپے ہے۔

ایک عنصر کہتا ہے کہ ہمیں غیر جانب داری اختیار کر لینی چاہیے۔ حالانکہ سیاسی و فوجی لحاظ سے ہم پہلے ہی سے غیر جانب دار ہیں۔ البتہ ایک اعتقادی، نظریاتی اور مقصدی ریاست کی حیثیت سے ہمارا وجود روس کی سوشلسٹ آئیڈیالوجی سے ٹکراتا ہے۔ اس عنصر کو یہ اندازہ نہیں کہ روسی تحت میں غیر جانب داری اور غیر وابستگی کے کیا معنی ہیں۔ پاکستان اگر کیوبا والی پوزیشن اپنالے، اور جب تک ایسا نہ ہو کہ کم سے کم روس کے بارے میں بھارت کا ساروقیر اختیار کر لے تو شاید اسے غیر جانب داری کا سرٹیفکیٹ ملی جائے۔

ایک عنصر کہتا ہے کہ فوراً روس سے دوستی قائم کر لینی چاہیے۔ یہ عجیب صورت ہوگی کہ جب کوئی بڑی قوت آرمڈ کاروں، ٹینکوں، طیاروں اور میزائلوں سے لیس ہو کر آپ کی سرحد پر آکھڑا ہو تو آپ پیغام بھیجوائیں کہ ہم تو آپ کی دوستی کو تمس رہے تھے۔ یہ دانشور عنصر گمراہ لومڑیوں کی سی عیاری کے ساتھ ساری قوم کو خرگوش بنا کر دیچھ یا بھیڑیے سے دوستی کرانے نکلے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا چاہیے کہ اگر حیات کو مستحلاًخ راستے سے شکار کی طرف بڑھنے کے بجائے دوستی کی صاف ستھری سڑک

نبی بنائی مل جائے اور شکار ہونے لگے خود ہی حاضر ہو رہے ہوں تو یقیناً اس کا در دیر برسی حد تک کم ہو جائے گا۔ مگر یہ بات ضرور قابل غور ہے کہ خرگوشوں پر تو جو شفقت ہو گی وہ ہو گی ہی — مگر لودھیان کرم کا حشر بھی کچھ اچھا نہیں ہو گا۔

دوستی ہو جانے کے بعد اگر روس یہ پیش کش کرے کہ میرے فوجی اور سول اور ٹیکنیکی ماہرین یہاں رہ کر پاکستان کا خدمت کرنا چاہتے ہیں، یا اگر وہ چاہے کہ سارا صنعتی مال اسی سے خرید لیا جائے اور خام مال اسی کو بیچا جائے، یا اگر وہ تقاضا کرے کہ مجھے کابل سے کراچی تک سارا ستر درکار ہے، یا مکران کے ساحل پر مجھے بندرگاہ بنانی ہے۔ یا پاکستان کے دستور سے اسلامیت کے اثد کو نکال دیا جائے۔ یا فلاں فلاں کمیونسٹوں کو خاص خاص پوزیشنز دی جائیں، یا سوشلزم کے خلاف لٹریچر شائع نہ ہو تو کیا آپ مضبوطی سے انکار کر سکیں گے؟

ایک دوستی کا حشر تو ہمارے سامنے ہو چکا ہے۔ افغانستان دوست ہی تو تھا، وہی دوست ملک آج روس کے ہاتھوں برباد ہو رہا ہے۔ کل جب ہمارے ساتھ بھی دوستی معاشقے تک جا پہنچے گی تو وہی غدر سامنے رکھ کر کہ مغربی رقیب مداخلت کر رہے ہیں یا چین خلل انداز ہو رہا ہے، دائرہ خیبر اور بولان سے سرخ فوج داہنگہ تک جا پہنچے گی۔ احسان یہ رکھا جائے گا کہ ہم تمہیں بچانے آئے ہیں اور عملاً کرم یہ ہو گا کہ پورے پاکستان کو روند کچل دیا جائے گا۔ اور کٹھ پتلی حکومتیں ٹوٹی بنتی رہیں گی اور تمام دروہست ہاتھ میں لے کر آبادی کو لونڈی غلام بنا کے استعمال کیا جائے گا۔ بلکہ یہیں سے بیگاریوں کو بھرتی کر کے روس میں پہنچا دیا جائے گا، اور جو یہاں رہیں گے اُن کو بھاری کاموں میں جوت کر قذغن لگا دی جائے گا کہ کوئی آواز بلند نہیں کر سکتے۔ اخبار نویس اور ادیب اور مصنف جو مرے آج کر رہے ہیں کہ جو چاہا لکھ دیا اور لیڈروں نے جو چاہا کہہ ڈالا اور ذرائع ابلاغ کے کارپرداز جیسی چاہیں اثد انداز ہی کرتے رہیں شعر و ادب کے دائرے میں فی کار اپنی مرضی کے نکتے بیان کرتے ہیں۔ یہ حالت باقی نہیں رہے گی۔ بنیادی حقوق کے یہ چوہ نچلے، جمہوریت کے یہ مطالبے، انتخابات کا یہ شوق، سنسر شپ سے یہ بیزاری، سیاسی اختلافات پر نظر بندیاں اور سزائے قیاد و گمارنے کے خلاف شدید رد عمل ان میں سے کچھ باقی نہیں رہے گا۔ سلامتی کا راستہ پھر نہ پنجابی کے محاورے کے مطابق ہی ہو گا کہ ”ڈر وٹ، دیہاڑا کٹ“ یعنی دیک جاؤ اور وقت گزاردو۔

ایک فریق اور بھی ہے جو کہتا ہے کہ روس "آدھے ہی آدھے" یہ وہ لوگ ہیں کہ کچھ عرصے سے پوری قوم سے، حکومت سے، فوجیوں سے، اسلامی عناصر سے، بلکہ خود اسلام سے اس درجہ ناراض ہیں کہ اپنے اندر ویسا روایتی انتقام رکھتے ہیں کہ "بیٹا مرے تو مر جائے مگر ہو کا مان ٹوٹے۔" ان کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص گھریلو معاملات سے بگڑ کر اٹھے اور پھر باہر جا کر ایسی قوتوں کو تلاش کرے جو اس گھر کو — ماں باپ، بہن بھائیوں — سب کو تباہ کر دے جس میں اس کی بے وقری ہوئی۔ انہیں دین و ملت و وطن سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ یہ تو سرحد پر جا کر جارحیت کا رکے لشکریوں کا خیر مقدم بینڈ باجے سے کریں گے اور ان سب کو مار پینا کر لائیں گے، پھر فوراً رکی خوشامد اور خدمت کر کے ایک ایک مقام انتقام کی نشاندہی کریں گے۔ تاریخ میں اس سے بڑھ کر ذلت کا کوئی دوسرا مقام شاید ہی ہو۔ اور ایسے لوگوں کا اپنا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔

پھر بچے کمیونسٹ اور ادھ کچرے کمیونسٹ ہیں جو عام بے دین اور سیکولر حلقوں سے بھی حمایت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ ایک طرف افغانستان میں روسی جارحیت کا سارا الزام امریکہ اور چین کی مداخلت کاری پر رکھتے ہیں، دوسری طرف یہ خوف دلائے ہیں کہ روس جیسی سپر پاور کا کیا مقابلہ، اور تیسری طرف یہ لوگ یہ کہتے ہیں اگر فوجی آمریت کی جگہ روسی آمریت آجاتی ہے تو عوام کے لیے کون سا بڑا فرق واقع ہوتا ہے — مل البتہ روس آئے گا تو جاگیرداروں اور علماء اور لیڈروں اور بعض مصنفین کا اس طرح صفایا کرے گا کہ بس غریبوں کے تمام دلدرد و درہو جائیں گے۔

اس مشہور دانشور طبقے کی یہ ساری باتیں محض فریب کا رانہ باتیں ہیں۔ قوم کے خواص اور غریب تو الگ رہے، ایک دن خود یہ دانش ور طبقے انسان کش اشتراکی جبریت کے خلاف چیخنا چاہیں گے اور اس جرم پر ان سے قلم و قسط چھین کر انہیں کسی پاگل خانے یا کینسر وارڈ میں پہنچا دیا جائے گا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ خود روس کے سائبر یا آئی خطے میں ان کو جگہ دی جائے۔

ان لوگوں کا حال ٹانگا کرنے والے ان فرومایہ لوگوں کا ہے جو شکار کو جمع بھی کرتے ہیں، اس کو افیون بھی کھلاتے ہیں، اس میں بزدلی پیدا کرتے ہیں اور پھر صیاد کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیے سارا کام تیار ہے، یا یوں سمجھیے کہ ان کا مرتبہ وہی ہے جو نظام خود کاری کے لیے منگوائی کھلا کہ بچوں کو پھوٹنے والے ماہرین کا

ہوتا ہے۔

مگر روسی کمیونزم و سوشلزم کو جو بُری چوٹ افغانستان میں لگی ہے اور جس کے احوال دُنیا بھر کے سامنے آگئے ہیں اور جس کی حقیقت کے زندہ ترجمان کئی لاکھ کی تعداد میں مہاجر کمیوں میں پڑے ہیں، اس کے بعد پاکستانی کمیونسٹوں کے پاس یہی حربہ رہ گیا ہے کہ یا تو وہ موجودہ فوجی حکومت کے خلاف پوسٹر بازی اور سرگوشی سے کام لیں، یا انتخابات کا راگ الاپ کر قوم کی توجہ وقت کے فریضہ جہاد سے ہٹا دیں۔

یہ اہم ترین عنصر اس وقت نشر و اشاعت اور ابلاغ کے اداروں میں مورچے لگائے ہوئے، انتظامیہ، محکمہ تعلیم اور محکمہ خارجہ میں محاذ آرا ہے، کتنے لسانی اور ثقافتی ادارات میں خدقین کھودے بیٹھے ہیں، باہر بیٹھے کر کام کرنے والے ماسٹھیوں کی فتنہ طرازیوں سے اس کا ربط قائم ہے، یہاں کے روسی اور دوسرے بیرونی سفارت خانوں سے اس کے پراسرار تعلقات ہیں۔ خاص خاص لوگ روسی پشت پناہی سے عالمی سفروں پر جلتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو ماسکو سے ان کی ترجمہ کردہ کتابوں کی بھاری ریلیٹی آتی ہے۔ یوں بھی موقع بہ موقع ان حلقوں میں پراسرار ہمن بستار ہوتا ہے۔ پھر یہ لوگ خوشامد کے ماہر ہیں، افسروں کو خوب مسکہ لگا سکتے ہیں۔ اسلام کے نعرے بلند کر سکتے ہیں۔ ایکسٹروں کی طرح کوئی ساپیرا یہ اختیار کر سکتے ہیں۔ درحقیقت روسیوں کی یہ فکری سفر مینا پارٹی ہے جو وقت آنے پر آگے آگے سڑک یا پل تیار کرتی ہے۔

اصلاً ترجمہ ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ ان عناصر کی کڑی نگرانی کرے اور حساس پوائنٹس سے ان کو ہٹا کر ادھر ادھر کر دے، اُن کو خوشامد اور ہیرو پیس پن کی آڑ میں اشد انداز نہ ہونے دے۔ ادارت سے اُن کا نقطہ نظر دے۔ جیسا کہ حکام کیانات اور تقاریر میں کہا بھی جاتا ہے، مگر عملاً اب تک کچھ ہوا ہوا یا نہیں۔ بعد کے ذمہ داری عوام کی ہے کہ حکومت اگر کچھ کر سکے تو ایک تو عوام اُن کو پہچانیں۔ اُن کی لٹیں مہیا رکھیں اور ہر ایک کی خاص کارکردگی کی رپورٹ مکمل کریں۔ اُن کی ہر بحث کا مسکت جواب دیں۔ اور کسی وقت اگر یہ مجتہد کہ کوئی غلط کارروائی شروع کر دیں تو اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

اوپر کی بحث کے متعلق مجھے ایک ایسی بات کہنی ہے جسے بہت کم لوگ ترجمہ دے سکے ہوں گے۔

تاریخ میں یہ ایک ایسا لمحہ ہے کہ روس باہر سے وسائل، اسلحہ اور پروپیگنڈہ کی قوتوں سے خوب آراستہ ہونے کے باوجود نظریاتی محاذ پر داخلی شکست سے دوچار ہے۔

ایک طرف یہ حقیقت دنیا پر اچھی طرح آشکار ہو چکی ہے کہ سوویت کمیونزم جنگی اور غلامی لحاظ سے کتنا ہی ترقی کر گیا ہو، عوامی ضروریات سے تعلق رکھنے والی معیشت میں وہ اپنے فلسفیانہ تصورات کے لحاظ سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ مارکس کے نظریات پر مبنی یہ تخیل کہ بورژوا آمریت معاشی سرگرمی کی رفتار کو سرمایہ دارانہ نظام سے بڑھ کر تیز کر دے گی اور طبقاتی تفاوت ٹٹنے کی وجہ سے قدر زائد (SURPLUS VALUE) کی تقسیم اتنی منصفانہ ہوگی کہ عوام دوسرے معاشروں سے زیادہ خوشحال ہو جائیں گے۔ آج ماسکو کے چوراہے میں کہ چچی ہوا پڑا ہے.....

دوسری طرف اشتراکیت کا یہ تاریک پہلو بھی ہر کسی کے سامنے آ گیا ہے کہ سُرخ نظام کا چیلن انسانی حقوق کو کچلنے والی مکمل جبریت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ بنیادی حقوق کی پامالی کے خلاف دانشوروں کا وہی طبقہ صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور ہو گیا ہے جو اشتراک کی انقلاب کا ہر اول دستہ تھا۔ پیٹریٹک سے سمحار و فک تک کتنے ہی مصنف اور ادیب اور سائنس دان حکومت کا نشانہ بنے، کتنوں نے ٹھک چھوڑا۔ اور کتنے کھلے مظاہرے کرنے کی وجہ سے جیلوں اور پابگل خانوں میں ہیں۔ یہ ہمارے اپنے سُرخ دانشوروں کے مغز مارنے کا مسئلہ ہے۔ کم سے کم اُن کے پینن کردہ خوبصورت ادبی نعرے اور اشتراکیت کی عکاسی کرنے والے افسانے اور انقلابی نظمیں، سب کے معنی ختم ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں افغانستان میں جو فضیلتا نام ہمارا ساتھی انسانی اور عدلی معاشی کے نظام کا ہوا ہے اس نے دنیا جہان کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ افراد کے قتل مقابلے کے علاوہ حکومتوں کا بار بار غریبوں پر حملے سے بدلتا اور ہر بار اشتراکیت کے کسی آلہ کار خادم کا ملیا میٹ ہو جانا۔ پھر چھوٹے سے ملک میں بھاری فوج اتار دینا اور اس فوج کا بموں اور راکٹوں سے غریب لوگوں کی بستیوں کو تباہ کرنا، انسانوں کو زہریلا گیس کا شکار بنانا اور اس ساری کارروائی کے لیے یہاں یہ گھڑنا کہ بعض مداخلت کار قوتوں کی وجہ سے روس کو فوجی مداخلت کرنی پڑی ہے۔ لیکن اس کی فوجی کارروائی کا نشانہ کوئی مداخلت کار نہیں۔ افغانستان کی بے گناہ آبادی بنی ہے، عورتیں اور بچے تباہ ہو رہے ہیں اور خود افغانستانی فوج بھاگ بھاگ کر مجاہدین سے مل رہی ہے۔ اس صورتِ حالات کی گواہی یہ ہے کہ اصل مداخلت کار

خود روسی ہیں۔ پھر وہ مجاہدین کا قلع قمع کرنے کے لیے اُن کو ڈاکو اور قاتل قرار دیتے ہیں، حالانکہ ڈاکوؤں اور قاتلوں کا کردار خود اُن کا اپنا ہے۔

پھر اس وقت لاکھوں کی تعداد میں جو مجاہدین پاکستان میں پڑے ہیں اُن سے پوچھا جاسکتا ہے کہ وہ اُن کو کیا پیش آیا اور انہوں نے کس کو مداخلت کا رد کیا۔
غرض کہ روس کا کردار اس وقت ”انتہائی ظلم بلا دلیل“ کا ہے۔

تازہ سانحہ افغانستان کے خلاف جب صومالیہ، اریٹریا اور جنوبی یمن میں روسی مداخلت کا جائزہ لیا جاتا ہے تو جہاں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ روس کا یہ توسیعی عمل ہے، وہاں یہ راز بھی خوب عیاں ہو جاتا ہے کہ اُس کے عالمی کردار میں مجموعی طور پر مسلم دشمنی بہت مؤثر حصہ رکھتی ہے۔

تیسری چیز وہ نہایت اہم شکست ہے جو فلسفہ اشتراکیت کو اپنی اساسی فکر کے محاذ پر منڈلاتی دکھائی دے رہی ہے۔ وہ یوں کہ اشتراکیت جس لحاظ نہادیت اور جدلی تاریخ کے نظریے پر کھڑی کی گئی تھی اُس کا ایک اصل الاصول یہ تھا کہ مذہب کوئی محرکی اور تعمیری قوت نہیں، بلکہ ایک افیون ہے۔ اہل مذہب عوام کو اس افیون کے نشے میں بدمست رکھتے ہیں اور ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں، لہذا اُن کا قلع قمع کر دینا چاہیے۔ لیکن کامشہور مقالہ (ON RELIGION) اسی سلسلے میں خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ اشتراکی فلسفہ کے دوسرے مذہب کا پارٹ تاریخ میں ہمیشہ رجعت پسندانہ رہا ہے۔ اور اس کا چلن صرف جاگیردارانہ دور تک ممکن تھا۔ سائنس، صنعت اور ٹیکنالوجی کے دور میں مذہب کا ایک تاریخی قوت بننا ناقابل تصور ہے۔ اسی لیے اپنے ارد گرد کی مسلم ریاستوں کو فتح کرنے کے بعد روسیوں نے اسلامی ادارات کو ختم کر دیا۔ روایات و اقدار کو ملیا میٹ کر دیا۔ مسجدوں کو بند کیا، پردہ کا خاتمہ کیا، نیز نہایت سختی سے اسلام کے تبلیغی عمل کو ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ نئی نسلوں کو پچھلی نسل کے دائرہ اثر سے نکال لیا۔ اور رسم الخط کی تبدیلی سے پرانے دینی لٹریچر کو مسلمانوں کے لیے بے کار کر کے اُن میں فلسفہ الحاد کو پھیلا دیا۔ اب گویا روسی اشتراکیوں کے نزدیک اسلام کا چین ہمیشہ کے لیے ویران ہو گیا۔

مگر آج جو صورتِ حالات روس کے سامنے آئی ہے کہ پاکستان کے علاوہ مصر اور سوڈان ترکی اور ایران، انڈونیشیا اور ملائیشیا ہر طرف سے اسلامی تحریکات انقلابی لہر میں اٹھ رہی

ہیں۔ خصوصاً ایران میں تو اسلامی فکر و جذبہ کے زیر اثر عوام نے بادشاہت کے بڑے مضبوط تخت کو الٹ دیا ہے۔ یہ صورتِ واقعہ سرے سے فلسفہ اشتراکیت کی جڑ کاٹ دینے والی ہے۔ مزید ستم یہ ہوا کہ روسی سامراج کا لقمہ بننے والی مسلم ریاستوں میں بھی دبا دبا اسلامی جذبہ اس طرح محسوس ہو رہا ہے جس طرح گھاس کے نیچے نیچے پھیلتا ہوا پانی چاندنی میں چمکتا ہے۔ اسلام کی عالمی تحریک جس نے پہلا انقلابی ڈرامہ ایران میں سیٹج کیا ہے۔ اُس کی تابانی و لمحانی میں روس کو اپنے لم گھاس کے نیچے کا متحرک پانی دکھائی دینے لگ گیا ہے۔ گویا معاملہ اب محض نظریاتی شکست کا نہیں بلکہ ایران میں بھی، پاکستان میں بھی، اور جیسے کہ حالات نے گواہی دے دی ہے افغانستان میں بھی — دوسری طرف مصر، سوڈان اور ترکی اور شام و عراق میں بھی اسلامی تحریک مزاحم قوتوں سے ٹکر لیتی ہوئی بڑھ رہی ہے، روس کے سامنے اب ایک عملی جوابی انقلاب کا بھاری سیلاب موجزن ہے۔ یہ ایمانی سیلاب ٹینکوں اور میزائلوں اور خلائی گاڑیوں کے زور سے رکنے کا نہیں ہے۔ گویا روس کے اشتراکی نظام اور فلسفے کو براہ راست ایک ایسا خطرہ پیش آگیا ہے جس کا تجربہ اسے مغربی سرمایہ دارانہ ممالک کی طرف سے کبھی پیش نہ آیا تھا۔ وہ تو اس وقت ہڑٹا کر اور گھبرا کر نکل کھڑا ہوا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کسی کو یکایک دورہ پڑ جائے۔

وہی مذہب جسے روس کا دینِ مادیات افیون کہتا ہے اُس نے افغانستان کے بچے بچے کو ایک راکٹ اور میزائل بنا دیا ہے۔ اور جانبازوں کے خون کی موجیں اُسے کسی طرف قدم بڑھانے نہیں دیتیں۔ اقول تو افغانستان ہی کا کبیل اُسے نہ چھوڑے گا۔ اگر اور آگے بڑھے تو ایک طرف ایران اور دوسری طرف پاکستان دونوں کی اسلامی تحریکات اُسے بے بس کر کے رکھ دیں گی۔ بنا براین میری ذاتی رائے یہ ہے کہ:

احتمق ہیں وہ لوگ جو اس وقت روس سے ڈر کر اور دب کر بات کرنا چاہتے ہیں۔

اس وقت جو فیصلہ کن مرحلہ اشتراکیت کو درپیش ہے، اُس میں اگر دنیا بھر کے مسلمان ایران اور افغانستان کی طرح اسلامی انقلاب کی تحریک کو آگے لے چلنے کا فیصلہ کریں، اور پھر اگر روسی جاہلیت کا سامنا کرنا پڑے تو افغانستانی محاذین کی طرح ایسا بھرپور کردار ادا کریں کہ (باقی بر صفحہ ۷۴)